© rasailojaraid.com

مولانا ابوالکلام آزاد اور تحریک نظم جماعت

(۲)

جناب ابوسلمان صاحب شاہ جہانپوری

مولانا آزادؒ نے ملیح آبادی کو جو شاندار خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ کوئی معمولی اعزاز نہیں۔ مولاناؒ نے اپنے معاصر علمائے دین اور اکابر سیاست میں اتنے شاندار الفاظ میں کسی کی سیرت و خدمات کا اعتراف نہیں کیا۔ انھوں نے اپنے اور اپنے معاصر کے معاملے کو ہمیشہ تاریخ کے حوالے کیا لیکن ملیح آبادی سے ان کی دلی محبت اور تعلق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ان کا مقدمہ تاریخ کے فیصلے کے لئے چھوڑ دیں بلکہ ان کی بہترین سیرت، بلند کردار اور عظیم الشان خدمات کے متعلق اپنی شہادت قلم بند کر گئے، تاکہ تاریخ کی عدالت میں جب ان کا مقدمہ پیش ہو تو مورخ کو صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔

ملیح آبادی کی گرفتاری کے بعد مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی نے چند پرچے پیغام کے نکالے لیکن جب مولانا آزاد بھی گرفتار ہو گئے تو اس کا جاری رکھنا مشکل ہو گیا اور پیغام بند ہو گیا ملیح آبادی کو اس مقدمہ میں دو سال کی قید کی سزا سنائی گئی۔ البتہ رہائی ایک سال کے بعد ہی مل گئی۔ رہائی کے بعد "الجامعہ" کے نام سے عربی کا ایک پرچہ نکالا جو مولانا آزادؒ کی نگرانی میں اپریل ۱۹۲۳ء سے جون ۱۹۲۴ء تک جاری رہا۔ جولائی ۱۹۲۷ء میں الہلال کا دور ثانی شروع ہوتا ہے۔ اس کی تمام ذمہ داری ملیح آبادی پر تھی۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں الہلال بند ہوا۔ اس کے ساتھ ہی مولانا کی رفاقت کا آٹھ سالہ دور بھی ختم ہو گیا۔ ابھی تک وہ مولانا کے ساتھ رہتے تھے اب انھوں نے علیحدہ رہائش کا انتظام کر کے مصر و قسطنطنیہ کے بعض اخبارات کی نامہ نگاری اور تالیف و ترجمہ کا شغل اختیار کیا۔ پھر کلکتہ ہی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا اخبار نکالا اور خوب چلایا۔

ملک کی آزادی کے بعد مولانا آزادؒ ہندوستان کے وزیر تعلیم بنے تو انھوں نے ملیح آبادی کو بھی (۱۹۴۹ء کے اواخر میں) دہلی بلالیا۔ انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز کا عربی سہ ماہی رسالہ ثقافۃ الہند ان کی ادارت میں جاری ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد آل انڈیا ریڈیو کے عربی شعبے کے مشیر اور پھر مدیر مقرر ہوئے۔

ملیح آبادی کو مولانا سے بڑی محبت تھی۔ مولانا کے انتقال کے بعد ان کا دل بھی دنیا سے اچاٹ ہوگیا صحت ۱۹۵۴ء سے خراب تھی کینسر کی ابتدا ہو چکی تھی۔ کئی مرتبہ مرض ابھر چکا تھا اور علاج سے عارضی افاقہ ہوگیا تھا مولانا کی وفات کے بعد مرض عود کر آیا صحت روز بروز گرتی چلی گئی۔ بالآخر ۲۴ جون ۱۹۵۹ء کو وہ بھی جوار رحمت میں چلے گئے۔

مولوی شجاعت علی

مولوی شجاعت علی علوی بک ڈپو (نظیر آباد لکھنؤ) کے مالک اور ظفر الملک مولوی اسحاق ایڈیٹر الناظر (لکھنؤ) کے بڑے بھائی تھے۔ بڑے جری اور بڑے حق گو تھے۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے ہاتھ پر انھوں نے بیعت کی تھی۔ بیعت سے پہلے کا ملیح آبادی نے ان کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ قیصر باغ کی بارہ دری میں مولانا آزاد تقریر کر رہے تھے۔ اچانک مولانا ایک بات پر اٹک گئے اور ایک ہی بات کو بار بار دہرانے لگے۔ سامعین میں سے مولوی شجاعت علی نے چلا کر کہا تھا ایک ہی بات کب تک رٹی جائے گی اڑیل ٹٹو کو آگے بڑھاؤ۔ بعد میں یہ مولانا کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ گویا عقیدت نہیں عشق ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کا مولانا آزاد کی زبانی بھی سن لیجئے۔ مولانا ملیح آبادی لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ مولانا (آزاد) سے اس (مذکورہ بالا) واقعہ کا تذکرہ ہوا، تو ہنس کر کہنے لگے انہی حضرت نے اسی قیصر باغ کی بارہ دری میں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کو بھی تقریر میں ٹوکا تھا۔ ڈپٹی صاحب بہت بڑے مقرر ہی نہ تھے بہت بڑے پھکڑ بھی تھے اپنی تقریر میں لکھنؤ والوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ شجاعت علی بگڑ گئے اور چلائے تھے۔ باہر نکلو گے تو مزہ چکھا دوں گا!" اس وقت شجاعت علی نوجوان تھے اور مرحوم ڈپٹی صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رنگین مزاج، "میاں صاحبزادے" کہہ کر فرمانا شروع کیا "آخاہ آپ ہیں بڑے چکنے چکنے گال ہیں! خاص لکھنؤ کا تحفہ ہے۔ بھلا اکھڑ دلی میں ایسا جوزہ کہاں نصیب! میاں ذرا قریب تو آؤ، ایک ہی چٹخارا...." آخر شفاعت علی صاحب ساری شیخی بھول گئے۔ مولانا ملیح آبادی نے "ذکر آزاد" میں (ص ۲۴-۲۸) ان کا دلچسپ تذکرہ کیا ہے، اعادے کی ضرورت نہیں۔ مدت ہوئی ان کا انتقال ہو گیا۔

سردار محمد خاں

بیعت کرنے والوں میں ایک صاحب ملیح آباد کے رہنے والے اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے رشتہ دار سردار محمد خاں بھی تھے۔

مولانا آزاد کو یہ صاحب بہت پسند تھے۔ بڑے کلے ٹھلے کے آدمی تھے۔ اولوالعزم اور جری تھے اور طاقت ور بھی۔ پنجہ کش تو ایسے کہ ہندوستان بھر میں ان کی ٹکر کا پنجہ کش کوئی نہ تھا۔ مدتوں اخباروں میں پانچ سو روپے کے انعام کے ساتھ چیلنج نکلتا رہا مگر کبھی کوئی آدمی ان سے جیت نہ پاسکا۔ مولانا آزاد سے انہیں بڑی عقیدت تھی مولانا بھی انہیں بہت پسند کرتے تھے۔ جب ملیح آبادی نے ان کے انتقال کی خبر سنائی تو مولانا نے بہت افسوس کیا اور کہا "بہادر اور اولوالعزم آدمی تھا"۔

منے خاں

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے ہاتھ پر جن اصحاب نے بیعت کی ان میں تیسرے صاحب جن کا نام معلوم ہو سکا ہے منے خاں تھے۔ ان کا تذکرہ مولانا ریاست علی ندوی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "مولوی گنج اور گولا گنج کے کچھ جوشیلے مسلمانوں نے بھی بیعت کی جن میں منے خان صاحب بھی تھے۔ منے خاں صاحب جو آگے چل کر خاکسار یا احرار تحریک کے لکھنؤ میں لیڈر بھی تھے۔ مولانا ملیح آبادی کے گہرے معتقدین میں سے تھے اور ان کے اشاروں پر چلتے تھے۔"

اس کے سوا اور کہیں ان کے حالات میری نظر سے نہیں گذرے۔

مولانا سجاد بہاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بہار کے مشہور عالم دین اور تحریک خلافت کے رہنماؤں میں سے تھے۔ مولانا آزاد سے انہیں بڑی عقیدت تھی۔ مولانا نے انہیں اپنے محبین و مخلصین میں شمار کیا ہے، اور ان کے اخلاق و محبت کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا آزادؒ سے تعلقات تو پہلے سے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں انہیں صوبہ بہار میں نظم جماعت کے قیام اور طبقہ علما میں مسئلے کی ضرورت و اہمیت کا احساس پیدا کرنے کے لئے مجاز و مختار بنایا تھا۔ مولانا سجاد مرحوم تحریک نظم جماعت کے اہم کارکنوں میں سے اور ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کی مساعی سے کم از کم ایک صوبے میں نظم جماعت اور امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آ گیا۔

مولانا سجاد مرحوم نے ایک مدت تک گیا کے مدرسہ انوار الاسلام میں مدرس اول کی حیثیت سے درس و تدریس اور نظم و انتظام مدرسہ کی بہترین خدمات انجام دیں۔ قومی و ملی کاموں میں بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ ان کی زندگی میں شاید ہی ایسا کوئی سال آیا ہو جب وہ جمعیۃ علماء صوبہ بہار کے ناظم نہ رہے ہوں۔ صوبہ بہار میں نظم جماعت کے قیام کے بعد وہ مدت العمر نائب امیر شریعت مقرر ہوتے رہے۔

مولانا سجاد مرحوم بڑی سوجھ بوجھ کے شخص تھے۔ وہ کسی ایک دائرے میں محدود رہ کر کام کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مختلف الخیال لوگوں کو متحد کرنے کا ان میں خاص ملکہ تھا۔ مرحوم ساری زندگی مذہب و سیاست کے مختلف میدانوں میں سرگرم کار اور بلا تفریق مذہب و ملت لوگوں کی خدمت میں مصروف رہے اور انہیں صلاحیتوں اور خوبیوں نے انہیں ہر طبقۂ خیال کے لوگوں کا ممدوح بنا دیا تھا۔

مولانا سجاد مرحوم نے جب مولانا آزادؒ کے ماذون و مامور کی حیثیت سے نظم جماعت کا کام شروع کیا تو علماء کے حلقے میں کام کا نتیجہ تو صوبہ بہار میں نظم جماعت اور امارت شرعیہ کے قیام کی صورت میں نکلا اور دنیا نے ان کے مساعی کے ثمرات دیکھ لئے لیکن بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ انھوں نے ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی کے موقع پر اس کے پلیٹ فارم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے مسئلہ شیخ الاسلامی کی نسبت مندرجہ ذیل دو تجاویز پیش کرائے اور انہیں منظور کرانے کی کوشش کی تھی:

(۱) آل انڈیا مسلم لیگ تمام اسلامی احکام و اعمال کے انصرام کے لئے تقرر شیخ الاسلام فی الہند کو نہایت ضروری خیال کرتی ہے اور اس پر یقین کامل رکھتی ہے کہ بغیر مشیخت اسلامیہ (سیاسی و ملی) حقوق اور مذہبی احکام کی حفاظت غیر ممکن ہے۔

(۲) آل انڈیا مسلم لیگ گورنمنٹ سے پرزور لفظوں میں یہ درخواست کرتی ہے کہ مسلمانوں کی بے مثال وفاداری و اطاعت شعاری پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے مسلمانان ہند کے مذہبی احکام کی حفاظت کے لئے با اختیار مشیخت اسلامیہ فی الہند عطا فرمائے۔

اگرچہ مولانا سجاد مرحوم اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مسلم لیگ اپنے پلیٹ فارم سے اس تجویز کو منظور کر کے اپنی قیادت کو خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی تھی لیکن مرحوم کے پُراخلاص مساعی اور قیام شریعت اسلامیہ کے لئے ان کی بے چینیوں کا ایک انمٹ نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو گیا جو ہمیشہ ان کی یاد دلاتا رہے گا۔

مولانا سجاد مرحوم اخلاص و بے نفسی کا مجسمہ تھے ان کی کسر نفسی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ۱۹۲۲ء میں جمعیۃ علمائے بنگال کی سالانہ کانفرنس کی صدارت کے لئے کارپردازان جمعیۃ اور منتظمین جلسہ کے بے حد اصرار پر چاٹگام تشریف لے گئے لیکن جمعیۃ کے ایک کارکن نے غلطی سے مولانا فاخر الہ آبادی کو بھی جلسے کی صدارت کی دعوت دے دی تھی اس لئے وہ بھی پہنچ گئے ہر چند کہ منتظمین جلسہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن مولانا سجاد مرحوم اپنے استحقاق و حق سے دستبردار ہو گئے اور مولانا فاخر کو جلسہ کا صدر بنا دیا۔

ہندوستان کے سیاست داں علماء میں مولانا سجاد بہاری تنہا ہی کامیاب اور حقیقت پسند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم تھے۔ سیاسی سوجھ بوجھ میں بے مثال تھے اور تنظیمی و علمی صلاحیتوں میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، سول نافرمانی اور بہت سی قومی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر کبھی گرفتار نہیں ہوئے۔ صوبہ بہار میں مسلم مفاد کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ دینی مسلک کے لحاظ سے علمائے دیوبند کے پیرو اور سیاست میں جمعیتہ علمائے ہند کے مسلک کے پابند تھے۔

مولانا محی الدین قصوری (لاہور)

مولانا محی الدین قصور کے ایک اہل حدیث خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد مولانا عبدالقادر قصوری برصغیر ہند و پاک کے مشہور دینی و سیاسی رہنما تھے۔ مولانائے موصوف نے بھی گراں قدر دینی، سیاسی، تعلیمی اور اصلاحی خدمات انجام دی ہیں اور تحریک استخلاص وطن کے سلسلہ میں متعدد بار نظربندی، گرفتاری اور قید و بند کے مراحل سے گذرنا پڑا ہے۔

مولانا آزاد سے انہیں بڑی عقیدت ہے۔ مولانا کو بھی ان سے بڑا تعلق خاطر ہے۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں جب مولاناؒ رانچی میں نظربند تھے ان کی گرفتاری کی خبر سنی تو بے قرار ہو گئے لکھتے ہیں :۔

"ان تمام ایام جلاوطنی میں یہ پہلا دن ہے کہ اس واقعے کے سننے سے دل کو مضطر اور دماغ کو پراگندہ پاتا ہوں ...... عزیز موصوف بلکہ ان کا پورا خاندان اپنے خصائص ایمانی و جوش اسلامی وایثار للہہ و فی اللہ کے اعتبار سے عہد سلف کے واقعات زندہ کرنے والا ہے۔ اور علی الخصوص اس عزیز کے طلب صادق و استعداد کامل سے تو اپنی چند در چند امیدیں وابستہ تھیں۔"

(تذکرہ)

۱۹۴۱ء میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

"یہ (مولانا محی الدین قصوری) اور ان کا پورا خاندان بیس برس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیشنل سروس میں ہر طرح کی قربانیاں کرتا رہا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں.........

جن چند خاص خاص آدمیوں نے میری پکار پر لبیک کہا تھا ان میں یہ اور ان کا خاندان بھی ہے۔ یہی وجہ کہ مجھے اس درجہ ان کا خیال ہے۔" (افادات آزاد، مرتبہ ابوسلمان شاہ جہانپوری)

"تبرکات آزاد" (مرتبہ مولانا غلام رسول مہر) میں مولانائے موصوف کے نام مولانا کے خطوط مولاناؒ کے تعلق خاطر کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ ایک مدت تک کلکتہ میں مولاناؒ کے بہت قریب رہے۔ ۱۰ر دسمبر سے ۱۰ر فروری ۱۹۱۶ء تک کلکتہ سے ایک روزنامہ اقدام کے نام سے مولاناؒ کے زیر ہدایت نکالا۔ جو کبھی روزانہ اور کبھی دوسرے تیسرے روز نکلتا تھا۔ اس کے کل تریپن پرچے نکلے جو مولانا غلام رسول مہر کی عنایت سے راقم السطور کی نظر سے گذرے ہیں۔ پھر ۱۹۲۰ء کے بعد دہلی میں مولانا کی شراکت میں پریس لگایا لیکن یہ کام منفعت بخش ثابت نہیں ہوا اس لئے بند کرنا پڑا۔

مولانا محی الدین قصوری مولاناؒ سے بیعت اور پنجاب میں یہ اور ان کے چچا مولانا عبداللہ قصوری تحریک نظم جماعت کے روح رواں اور بیعت و تعلیم و ارشاد کے مجاز و ماذون تھے۔

مولانا قصوری نے دینی و ملی مسائل پر نہایت بیش قیمت مضامین لکھے ہیں اور کئی کتب و رسائل کے مصنف ہیں۔

اس وقت ان کی عمر پچھتر برس سے زیادہ ہی ہوگی۔ نہایت متقی پرہیزگار، بلند اخلاق و پاکیزہ سیرت اور متواضع بزرگ ہیں۔

شیخ قمر الدین مرحوم

شیخ قمر الدین مرحوم لاہور کے مشہور تاجر و ناشر کتب اور مکتبہ تعمیر انسانیت کے مالک تھے۔ ان کے والد حافظ تاج الدین مرحوم عالم دین بھی تھے۔ اکابر و علمائے دیوبند سے انہیں بڑی عقیدت تھی۔ شیخ صاحب مرحوم بھی اسی مسلک کے پیرو تھے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے وہ بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اور بڑی پابندی کے ساتھ حضرت علیہ الرحمہ کے درس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم میں شرکت فرماتے تھے۔

شیخ صاحب کی رسمی و روایتی تعلیم زیادہ نہیں تھی۔ لیکن ان کی طبع سلیم اور اعمال صالح تھے۔ مولانا لاہوری علیہ الرحمہ کے درس قرآن حکیم نے ان کی طبع سلیم کو مجلی کر دیا تھا۔ ان کے مزاج اور ذوق کو دین کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور دین کا شغف پیدا کر دیا تھا۔

شیخ صاحب مرحوم مولانا ابوالکلام آزادؒ سے بہت متاثر اور ان کے علم و فضل اور دینی، اور ادبی خدمات کے معترف و مداح تھے۔

۱۹۲۰ء میں جب مولاناؒ نے قیام نظم جماعت کی تحریک شروع کی اور مسلمانوں کو اس کی دعوت دی تو شیخ صاحب نے بھی اس دعوت حق پر لبیک کہا اور مولاناؒ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ یہ سعادت انہیں ۲۳ راگست، ۱۹۲۰ء بروز شنبہ کو لاہور کے مشہور بیرسٹر اور قومی کارکن میاں عبدالعزیز کے مکان پر حاصل ہوئی تھی۔

مولانا آزاد سے تعلق خاطر اور عقیدت و ارادت نے شیخ صاحب مرحوم کی طبیعت میں بھی عزیمت و استقامت کی ایک شان پیدا کر دی تھی۔ راقم السطور ان سے جون ۱۹۶۴ء میں ملا تھا۔ ان کی صحت اس وقت بھی اچھی نہیں تھی۔ آخری ڈیڑھ دو سال تو وہ مستقل طور پر بیمار رہے۔ مرحوم نے بتایا تھا کہ ان کے نام مولانا کے متعدد خطوط تھے لیکن ضائع ہو گئے ایک خط محفوظ رہ گیا تھا اور از راہ محبت انھوں نے اس کی نقل کی اجازت دے دی تھی۔ یہ خط مولانا کے زیر ترتیب مجموعہ مکاتیب میں شامل ہے قیام پاکستان کے بعد اگرچہ ان کا گرد و پیش بالکل بدل گیا تھا کچھ کاروباری مجبوریاں بھی تھیں، لیکن مولانا آزادؒ کے علم و فضل، اخلاق و سیرت اور خدمات دینی و علمی کے جو نقوش ان کے لوح قلب و دماغ پر ثبت تھے وہ مٹ نہیں سکے۔

۴ر اپریل، ۱۹۶۸ء کو شیخ صاحب نے لاہور میں پیام اجل کو لبیک کہا اور رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ شیخ صاحب بڑے نیک، شریف النفس، سلیم الطبع، منکسر المزاج اور متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صوفی غلام مصطفےٰ تبسم

برصغیر کے مشہور ادیب، صحافی اور بلند پایہ شاعر صوفی غلام مصطفےٰ تبسم بھی مولانا آزاد کے مرید ہیں۔ صوفی صاحب ۱۸۹۹ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے ان کا تعلق ایک کشمیری خاندان سے ہے۔ جو ایک مدت سے کاروبار کے سلسلے میں امرتسر میں سکونت پذیر تھا۔ ابتدا سے اعلیٰ ثانوی درجات تک تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ آنرز کا امتحان ایف سی کالج، لاہور سے پاس کیا۔ والد غلام رسول مرحوم کا اصرار تھا کہ کاروبار شروع کیا جائے لیکن وہ تعلیم کے شوق میں اسلامیہ کالج میں داخل ہو گئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے انھوں نے ایم۔اے۔ فارسی کا امتحان پاس کیا پھر ٹریننگ کالج سے بی ٹی کی تکمیل کی۔

ملازمت کی ابتدا گورنمنٹ کالج امرتسر سے ہوئی۔ جہاں آپ پہلے سینیئر ٹیچر مقرر ہوئے کچھ عرصے کے بعد انسپکٹر آف اسکول کی حیثیت سے منتخب کر لئے گئے لیکن جلد ہی اس ملازمت کو چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ اور گورنمنٹ ٹریننگ کالج میں استاد مقرر ہوئے۔ چار سال کے بعد گورنمنٹ کالج میں لکچرر مقرر ہوئے اور پچیس سال تک اسی کالج سے وابستہ رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد حکومت ایران نے انہیں خانہ فرہنگ ایران کا ڈائرکٹر مقرر کیا۔

صوفی صاحب کی ادبی اور صحافتی زندگی کا آغاز ۱۹۲۴ء میں نیرنگ خیال لاہور کے اجراء کے ساتھ ہوا۔ صوفی صاحب نے اس میں لکھا بھی اور ڈاکٹر تاثیر اور حفیظ جالندھری کے ساتھ اس کی ادارتی ذمہ داریوں میں بھی شریک رہے۔ مخزن جب دوبارہ نکالا گیا تو اسکے مدیر اعزازی صوفی تھے اور جب ۱۹۶۲ء میں ہفت روزہ لیل و نہار لاہور سے جاری ہوا تو آپ اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ لیل و نہار بند ہونے کے بعد ریڈیو پاکستان لاہور سے وابستہ ہوئے اور اب تک اسی سے وابستہ ہیں۔

صوفی صاحب نے اخبارات و رسائل میں بہت لکھا اپنے نام سے بھی اور اپنی ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے شہباز کاشمیری اور عرفان کاشمیری کے قلمی ناموں سے ملی مفاد کے موضوعات، اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی، تعلیمی، سماجی مسائل پر سینکڑوں مضامین لکھے ہیں۔

صوفی صاحب کو متعدد زبانوں پر عبور حاصل ہے پنجابی اور اردو تو انھوں نے ماں کی گود میں اور ابتدائی تعلیمی و تفریحی ماحول میں سیکھیں اور اس طرح دونوں گویا ان کی مادری زبانیں ہیں۔ انگریزی کا بلند پایہ ادبی ذوق رکھتے ہیں اور تحریر و تقریر پر انہیں قدرت حاصل ہے، عربی سے بھی واقف ہیں لیکن فارسی زبان و ادب پر ان کا عبور اور شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق اہل زبان کے لئے بھی باعث رشک ہے۔ صوفی صاحب فارسی کے بلند پایہ اور صاحب طرز ادیب ہیں۔

صوفی صاحب پنجابی اور اردو کے بلند پایہ شاعر ہیں اردو میں بچوں کے لئے انھوں نے خاص طور پر بہت سی نظمیں لکھی ہیں جو نہایت کامیاب اور بہت مقبول ہیں۔ فن مصوری میں بھی علمی اور عملی طور پر دخل ہے۔ موسیقی کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں "ستارہ خدمت" کا اعزاز دیا ہے، اور حکومت ایران نے ان کے علم و فضل کے اعتراف میں انہیں "نشان فضیلت" کا اعزاز بخشا ہے۔

صوفی صاحب متعدد بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ جھولنے، بچوں کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ انجمن ان کے پنجابی، اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ ہے۔ حکمت قرآن، ان کی بلند پایہ تصنیف ہے ایک کتاب کا موضوع علامہ اقبال کی شخصیت و کلام ہے۔ بہت سے انگریزی ڈراموں کا ترجمہ بھی کیا ہے جو پنجابی اور اردو میں کئی مجموعوں میں چھپ چکے ہیں۔

صوفی صاحب نے عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن نظری طور پر ہندوستان کی مسلم سیاست اور مسلم تحریکات ان کے غور و فکر اور مطالعہ و تحریر کا موضوع رہی ہیں۔ قرآن حکیم کا مطالعہ اور اس پر غور و فکر ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ حکمت قرآن ان کے اسی مطالعے اور غور و فکر کا حاصل ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی و عمرانی نظریات اور فلسفے سے وہ خاص طور پر متاثر ہیں۔ مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ابوالکلام آزاد سے انہیں خاص عقیدت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۲۰ء میں رانچی کی نظر بندی سے رہائی کے بعد جب کہ تحریک خلافت اور تحریک ہجرت شباب پر تھی، مولانا آزاد امرتسر پہنچے اور ایک نہایت پرجوش تقریر کی۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسوں کی شورا شوری ختم ہو چکی تھی۔ مولانا آزاد کی اس تقریر نے لوگوں میں ایک جوش اور ہیجان پیدا کر دیا۔ مسلمان خاص طور پر اس سے متاثر ہوئے۔ ان میں بھی نوجوان طبقہ تھا جس نے مولانا کے افکار میں ایک ولولہ تازہ پایا۔ مولانا نصر اللہ خاں عزیز نے غالباً مولانا کی اس موقع کی اسی تقریر کے متعلق لکھا ہے:

"امرتسر کے جلیانوالا باغ میں شام کے وقت مولانا تقریر کر رہے تھے، مجھے وجدان ہی سے نہیں آنکھوں سے اس طرح محسوس ہو رہا تھا گویا تقریر ایک نور کی چادر کی طرح تمام مجمع پر چھائی ہوئی ہے۔ یکایک قریب کی ایک مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوئی، خطیب تھوڑی دیر کے لئے رک گیا۔ میں نے اس طرح محسوس کیا گویا کسی نے چادر کو چاک کر کے مجمع کے سروں پر سے کھینچ لیا ہے۔ میں نے ہندوستان کے تمام مشہور و معروف مقرروں کی تقریریں سنی ہیں مگر یہ عجیب و غریب کیفیت کبھی محسوس نہیں کی۔"

صوفی صاحب اس زمانے میں تھرڈ ایر کے طالب علم تھے۔ مولانا کی تقریر سے متاثر ہوئے دوسرے روز ان سے ملنے پہنچ گئے۔ مولانا کے پاس وقت کم اور ملاقات کے متمنی زیادہ لوگ تھے۔ پانچ منٹ سے زیادہ وقت کسی کو نہیں دے رہے تھے۔ صوفی صاحب تفصیلی ملاقات کے طالب تھے اور اپنے کچھ شکوک و شبہات رفع کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے دوسرے روز صبح فجر سے پہلے کا وقت طے ہوا۔ صوفی صاحب وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ صوفی صاحب سوال کرتے اور مولانا جواب دیتے رہے نماز فجر تک تمام شکوک و شبہات دور ہو چکے تھے۔ مولانا کے ساتھ نماز ادا کی اور مولانا کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مولانا آزاد سے ان کے تعلقات صرف مرشد و مسترشد کے نہ تھے علمی بھی تھے۔ مولانا جب کبھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاہور تشریف لاتے تو صوفی صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن عام طور پر ان کی ملاقات کا وقت وہی ہوتا جو ان کی پہلی ملاقات کا تھا یعنی صبح سویرے، نماز فجر سے قبل کبھی اکیلے ہوتے کبھی کوئی دوست مثلاً سالک صاحب ساتھ ہوتے۔

صوفی صاحب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال، ان کے تبحرِ علمی، ان کے کمالِ حافظہ، ان کی ذہانت، وسیع النظری، ان کی وضع داری اور ان کے محاسن اخلاق وسیرت کے معترف ومداح ہیں۔

مستری محمد صدیق

مستری محمد صدیق سلطان پور لودھیان ریاست کپورتھلہ کے باشندے تھے۔ کاروبار کے سلسلے میں ایک عرصہ تک بنارس میں رہے۔ کچھ عرصہ کلکتہ اور دہلی میں مقیم رہے اور پھر اپنے آبائی وطن لوٹ آئے۔ ۱۹۴۵ء میں سلطان پور اور کپورتھلہ کے درمیان میں آدھی کھوئی کے مقام پر رہنے لگے اور خدمت خلق کو اپنا شعار بنا لیا وہ بلاتفریق مذہب وملت ہر کسی کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتے۔ ۱۹۴۷ء میں جن سنگھ کے کارکنوں نے ان پر ریوالور سے حملہ کرکے انہیں زخمی کردیا۔ لوگ انہیں کپورتھلہ کے ہسپتال لے گئے۔ مشرقی پنجاب میں اس وقت فسادات کی آگ بھڑک رہی تھی، مسلمانوں کے جان ومال محفوظ نہ تھے۔ صحتیابی کے بعد مستری صاحب دہلی چلے گئے اور وہاں سے پاکستان آگئے۔ پہلے لاہور میں قیام کیا۔ پھر کراچی آگئے اور کچھ عرصہ قیام کرکے سندھ میں جنگ شاہی میں جاکر مقیم ہوگئے۔ بعد ازاں چودھری نیاز علی صاحب کی دعوت پر خوشاب چلے گئے اور سون سیکسر کے پہاڑوں میں ایک جگہ پسند کرکے مقیم ہوگئے۔ ۱۱ اگست ۱۹۵۲ء میں یہیں انتقال ہوا اور خوشاب میں تدفین ہوئی۔

مستری محمد صدیق صاحب بڑے مخلص اور بے مثل انسان تھے۔ ان کی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف تھی۔ خدا ترسی اور انابت الی اللہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ انقلابی ذہن رکھنے والے درویش صفت بزرگ تھے۔ اپنے خیالات اور اپنی زندگی کے لحاظ سے وہ اس عہد کے حضرت ابوذر غفاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے ہمیشہ ایسی سوسائٹی کی تلاش میں رہتے تھے جو دینی تصورات کے ڈھانچے میں ڈھلی ہوئی ہو۔ اسی سلسلے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے ملے۔ جماعت اسلامی میں شامل ہوئے کچھ عرصہ جماعت اسلامی کے دارالاسلام پٹھان کوٹ میں بھی مقیم رہے تھے لیکن جس یوسف مقصود کی تلاش میں وہ یہاں پہنچے تھے وہ یہاں نہیں ملا۔

مستری صاحب کا تعلق ان السابقون الاولون میں سے تھا جنھوں نے سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی دعوت پر لبیک کہا اور اپنا سب کچھ لٹا کر حزب اللہ میں شامل ہونے کے لئے کلکتہ گئے اور مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت سے لے کر آخر وقت تک انہیں مقاصد کے لئے کام کرتے رہے۔ مولانا آزاد کے افکار وخیالات سے وہ بہت متاثر تھے۔ ان کی مکتبی تعلیم زیادہ نہ تھی البتہ مولانا آزادؒ کی صحبت نے انہیں فکر اور انداز فکر کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔ دارالارشاد کلکتہ میں جن مخلصین صادقین نے مولاناؒ سے قرآن حکیم کے رموز و نکات اور شریعت کے اسرار وحکم سیکھے تھے۔ مستری صاحب انہیں خوش نصیبوں میں سے تھے۔ وہ مولانا کی روحانیت، علم و فضل، فکر وفہم اور صحت نظر کے بے حد معترف اور ان کے محاسن اخلاق وسیرت اور عزیمت کے بہت مداح تھے۔ حضرت مولانا بھی ان پر بہت اعتقاد کرتے تھے۔ ایک مدت تک مولاناؒ کے ساتھ رہے۔ بہت سی باتوں میں ان کا ذہن بالکل مولانا کے ذہنی سانچے کے مطابق ڈھل گیا تھا۔ ساری زندگی عسرت اور تنگ دستی میں گذری۔ لیکن اپنی قناعت وخودداری کی آن میں فرق نہ آنے دیا۔

مولانا آزادؒ سے ان کے قریبی مراسم تھے دونوں ایک دوسرے کا بڑا لحاظ واحترام کرتے تھے مولانا آزادؒ کسی سے وقت مقرر کئے بغیر نہ ملتے تھے لیکن مستری صاحب کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی وہ جب چاہتے چلے جاتے اور جس وقت چاہتے مل لیتے۔ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی نے ان کا قلمی چہرہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"میانہ قد، گداز بدن، لمبوتری سفید داڑھی، سر بھی سفید اور عموماً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نائی کی عنایت سے بے نیاز، بڑی بڑی رسیلی آنکھیں، گندمی رنگ، سفید کھدر کا کرتا اور اسی کا شرعی پاجامہ، چمرودھونا، کبھی برہنہ سر اور کبھی عمامہ بر سر۔"

اور ان کی سیرت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے :-

"خودداری میں ابوالکلام، سادگی میں حسرت موہانی، معاشی افکار میں پرتو ابوذر غفاری، انقلابی ذہن میں سبھاش چندر بوس، قناعت اور بے نیازی میں قلندر صفت، یاد خدا میں مست، علم لدنی کے حامل، تفسیر میں بحرِ مواج، گفتگو میں بیشتر رموز کا سا انداز، نڈر، صاف گو، بے ریا، مخلص، مدلل اور معقول بات کو فوراً تسلیم کر لینے والے یہ ہیں مستری محمد صدیق۔"

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

محمد یونس خالدی (لکھنؤ)

مولانا آزادؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں محمد یونس خالدی صاحب آخری شخص ہیں جنھیں یہ سعادت حاصل ہوئی۔ انھیں بچپن ہی سے مولانا آزادؒ سے بڑی عقیدت ہے مولاناؒ ان کے ممدوح اور مرکزِ عقیدت بھی ہیں اور علمی موضوع بھی۔ مولاناؒ کی شخصیت اور افکار کا انھوں نے بڑا گہرا مطالعہ کیا ہے، مولاناؒ کے دینی و سیاسی افکار سے اپنی فکر کا چراغ روشن کیا ہے اور عملی زندگی میں مولانا کی عزیمت و استقامت کو مشعل راہ بنایا ہے۔

محمد یونس خالدی صاحب ۲۳ر اکتوبر، ۱۹۱۷ء کو بارہ بنکی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی وطن لکھنؤ ہے۔

زمانہ طالب علمی سے عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اس کے نتیجے میں سنت یوسفی تو ضرور ادا کر لی لیکن درسی تعلیم کی تکمیل نہیں ہو سکی البتہ مطالعہ کے شوق نے انہیں روایتی تعلیم کے حاصل سے محروم نہیں رکھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خالدی صاحب ایک شگفتہ نگار ادیب اور بالغ نظر نقاد بھی ہیں۔ "مطالعہ میر سید علی غمگین" کے نام سے ان کی ایک ادبی، تنقیدی اور تحقیقی کاوش انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ "روحِ آزاد" کے نام سے مولانا آزاد کی شخصیت اور فکر و فن کے مختلف پہلوؤں پر مضامین کا ایک مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے مولانا آزادؒ پر بہت سے بلند پایہ مضامین لکھے ہیں جو اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور بھی کئی علمی و ادبی شخصیات اور دیگر موضوعات پر انھوں نے اپنے نتائجِ مطالعہ و تحقیق اور افکار کو مرتب کیا ہے۔ ایک مدت تک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے وابستہ رہے۔ کچھ دنوں قومی آواز لکھنؤ کے ادارے سے وابستہ رہے اور بھی کئی اداروں اور اشخاص کے تصنیفی اور تحقیقی کاموں میں معاون رہے ہیں۔

خالدی صاحب نہایت شریف، متواضع، خلیق، راسخ العقیدہ، نیک نفس اور حسن سیرت و عمل کے مالک ہیں۔

وحیٔ الٰہی

وحی اور اس سے متعلقہ مباحث پر محققانہ کتاب جس میں اس مسئلہ کے ایک ایک پہلو پر دلپذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے اور حقیقت وحی سے متعلق تمام خلشیں صاف ہو جاتی ہیں۔ اندازِ بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا۔ تالیف مولانا سعید احمد ایم اے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ کتابت نفیس ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی۔ طباعت عمدہ صفحات ۲۰۰ قیمت چار روپے

مجلد پانچ روپے

پتہ:۔ ندوۃ المصنفین۔ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com